اسمٰعیل خاں ابجدی اور اس کی تصانیف

از

(جناب سید نصیر الدین صاحب ہاشمی)

ارکاٹ (مدراس) کے مشہور شاعر اسمٰعیل خاں ابجدی کا تذکرہ "مدراس میں اردو" میں کیا گیا ہے۔ یہاں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ ابجدی، انور الدین خاں (گوپاوی) رئیس ارکاٹ اور ان کے فرزند محمد علی خاں والاجاہ کے دربار کا شاعر تھا، نہ صرف شاعر بلکہ اس کو "ملک الشعرا" سے بھی ملقب کیا گیا تھا۔

ابجدی نے اپنے جو حالات لکھے ہیں، اس میں وہ بیان کرتا ہے کہ وہ نواب حسین دوست خاں عرف چندا صاحب کے قتل کے بعد جب نواب محمد علی خاں والاجاہ ترچناپلی سے مدراس روانہ ہوئے تو اس زمانہ میں وہ ایک غیر معروف چھوٹے مقام پر رہتا تھا اور بڑی تکلیف میں بسر ہوتی تھی، رفتہ رفتہ اس کے اشعار کی شہرت ہوئی اور نواب والاجاہ تک اس کی قابلیت کا شہرہ پہنچا، موصوف نے طلب کر کے اپنی ملازمت میں شامل کر لیا۔[۱]

بقول بعض ابجدی کا نام سید شاہ میر تھا، مگر یہ غلط ہے کیوں کہ سید شاہ میر اس کے باپ کا نام ہے، مصنف توزک والاجاہی نے جو خود بھی بڑا صاحب علم تھا۔ ابجدی کی قابلیت کی تعریف کی ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے

"در علم فارسی کما حقہ و در عربی فی الجملہ صاحب مراد یہ فن شعر و انشا سراپا استعداد"[۲]

ابجدی کے حالات غلام محمد غوث خاں والاجاہ نے (جو محمد علی والاجاہ کی اولاد میں

۱؎ سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد کے فارسی مخطوطات کی فہرست مرتبہ ڈاکٹر محمد غوث مخطوطہ ۲؎ توزک والاجاہی قلمی کتب خانہ منزل ریکارڈ آفس حیدرآباد

شامل ہیں، ارکاٹ کے آخری رئیس تھے) اپنے دونوں تذکروں "صبح وطن" اور "گلزار اعظم" میں درج کئے ہیں، "صبح وطن" میں صرف اسی قدر صراحت ہے

"ابجدی تخلص، میر اسماعیل خاں نام نواب عمدۃ الامراء کا استاد تھا، بہت سارے اشخاص اس کی قابلیت سے فیض یاب ہوئے، نواب والاجاہ نے انور نامہ کی تکمیل پر اس کو اس کے وزن کے مطابق چھ ہزار سات سو روپیہ مرحمت فرمائے تھے اور ماہ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ میں ملک الشعرا کے خطاب سے ممتاز فرمایا۔ اس کا کلام سادہ متقدمین کے طرز پر ہے"[۱]

دوسرے تذکرہ گلزار اعظم میں زیادہ حالات درج کئے ہیں چنانچہ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ابجدی تخلص مولوی میر اسمٰعیل خاں، سید شاہ میر بیجاپوری کا فرزند، محمد قاسم المتخلص بہ فرشتہ کی (جس نے تاریخ نورس نامہ یعنی تاریخ فرشتہ لکھی ہے) اولاد میں تھا، چنگل پٹ میں جو مدراس سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے تولد ہوا، عربی فارسی کی اعلیٰ تعلیم اپنے وقت کے ممتاز اور بلند پایہ علماء سے حاصل کی، نواب والاجاہ نے اس کو اپنی ملازمت کے دائرہ میں منسلک کر کے اپنے فرزند نواب عمدۃ الامراء کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا تھا، نواب امیرالامراء بھی اس کی تعلیم سے مستفید ہوئے ابجدی فارسی شاعری میں بلند مرتبہ رکھتا ہے دیوان فارسی اور اردو میں مرتب کئے تھے بیسیوں قصیدے لکھے ہیں ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

ہر عقدۂ مشکل کہ بیکسر متہوا شد ‌ ‌ ‌ ‌ از ناخن تدبیر امیرالامرا شد

ابجدی کی تصانیف میں کئی مثنویاں شامل ہیں یعنی ہفت جوہر اس میں بہرام گور کا قصہ نظم کیا گیا ہے مخزن اسرار نظامی کے جواب میں مثنوی زبدۃ الافکار مرتب کی، اس کے علاوہ انور نامہ، مودت نامہ، قصہ راغب و مرغوب بھی اس کی تصانیف

---

[۱] صبح وطن مطبوعہ ۱۲۹۶ھ صفحہ (۲۷) یہ تذکرہ فارسی میں ہے۔

ہیں۔ اس کے علاوہ تحفۃ العراقین کی شرح بھی لکھی ہے جس وقت ابجدی نے انورنامہ لکھ لیا تو والاجاہ نے اس کو چاندی میں تول کر اس کے وزن کے مطابق چھ ہزار سات سو روپیہ مرحمت فرمائے، ۱۱۹۱ھ میں ابجدی کو ملک الشعرا کا خطاب دیا گیا اور ۱۱۹۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔"

تو زک والاجاہی میں ایک دلچسپ قصہ ابجدی کے متعلق درج ہے[1]

ان دونوں تذکروں میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ تذکرہ "صبح وطن" میں ابجدی

---

[1] یہ داستان دلچسپ اور موجودہ زمانہ میں ایک افسانہ سے کم نہیں ہے، بیان کرتے ہیں کہ ابجدی اپنی شادی کے لئے جنگل پیٹ سے پرگنہ کرکٹ پالہ گیا اور وہاں شادی کی تمام رسوم ادا ہوئیں، دولھن کو لے کر اپنی قیام گاہ کو آیا رات کو جب حجرۂ عروس میں داخل ہو کر سو گیا تو رات کے وقت دروازہ کی زنجیر کی آواز سن کر ابجدی کی آنکھ کھل گئی۔ مگر کوئی اندر آنے والا نظر نہیں آیا۔ دولہن پلنگ پر بدستور سو رہی تھی ابجدی پلنگ پر بیٹھ گیا اور اب کچھ عرصہ کے بعد پورا دروازہ کھل گیا اور کوئی شخص اندر آتا ہوا نظر نہیں آیا۔ اس کو حیرت ہونے لگی اسی عرصہ میں اس کو کسی نے تھپڑ مارا اور مار سے وہ بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو مکان کے صحن میں پڑا پایا اور مغل طرز کے لوگ اس کو گھیرے ہوئے نظر آئے۔ اور اب وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوا میں اڑنے لگا اور اتنی بلندی پر پہنچ گیا آبادی، مکانات حتیٰ کہ پہاڑ بھی نظروں سے غائب ہو گئے، اور اس کے کان میں پرندوں جیسی آواز آنے لگی، اور اس سے سوال کیا جانے لگا کہ اس کو سمندر میں پھینکا جائے یا جنگل بیابان میں، اور اس اثناء میں اس کے سر پر ایک ضرب پڑی اور خون جاری ہو گیا اور اب ابجدی کو علم ہوا کہ اس کو جنات پکڑ لے گئے ہیں اور وہ ان کا اسیر ہے، ابجدی نے خدا کی درگاہ میں رسول اللہ صلعم کے وسیلہ سے دعا کی اور یہ شعر پڑھنے لگا

یا حبیب الالٰہ خذ بیدی   مالعجزی سواک مستندی

کئی مرتبہ شعر پڑھنے کا یہ اثر ہوا کہ اب اس کو بلندی سے پستی کی طرف لانے لگے اور آخر زمین میں ڈال دیا گیا اس نے اپنے کو قلعہ کرکٹ پالہ کی خندق میں پڑا پایا، ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اب صبح ہو گئی اور اس نے لوگوں کو آواز دی اس کی آواز سن کر اس کا ایک دوست حسن محمد آیا اور اپنے مکان پر لے گیا ایک سال تک اس کا علاج ہوتا رہا مگر اس کے بعد بیٹھتے ہی رعشہ ہوتا۔ زبان پر لکنت تھی جو مدت العمر باقی رہی اور وہ ایک آدھ میل سے زیادہ نہیں چل سکتا تھا۔ اور تمام دن میں دو چار ورق سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں تھی اس نے ایک ملازم کو لکھنے کے لئے مامور کیا تھا اور زبانی کہہ کر لکھوایا کرتا۔

(گلزار اعظم مطبوعہ)

کے والد کا نام سید شاہ لکھا گیا ہے، غالباً لفظ "میر" سہو کتابت سے متروک ہوگیا ہے کیوں کہ ابجدی کے والد کا نام سید شاہ ہی ہونے کی تصدیق دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے، دوسرا اختلاف یہ ہے۔ صبح وطن میں ملک الشعرا سے ۱۱۷۶ھ میں ملقب ہونا لکھا گیا ہے اور گلزار اعظم میں ۱۱۹۰ھ لکھا ہوا ہے ان دونوں سنین کے قطع نظر ایتھے (مصنف کیلاگ) نے ۱۱۸۹ھ میں ملک الشعرا کا خطاب ملنے کی صراحت کی ہے، بہر حال ابجدی کے دربار والاجاہی سے ملک الشعرا کے خطاب سے سربلند ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔

ابجدی کی تصانیف میں سب سے اہم کتاب "انور نامہ" ہے اس کی تصنیف ۱۱۷۷ھ میں ہوئی ہے انور نامہ ایک فارسی مثنوی ہے، جو اسی عنوان پر منقسم، اور (۸۳۰۰) شعر پر مشتمل ہے یہ مثنوی انور الدین خاں گوپاموی کے فرزند محمد علی خاں والاجاہ رئیس ارکاٹ کے حسب خواہش لکھی گئی ہے، اس میں انور الدین صوبہ دار ارکاٹ کے حالات ابتدا سے ان کے انتقال تک اور پھر والاجاہ کے حالات ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۱ء) تک درج ہیں، ایتھے نے یہ صراحت کی ہے کہ انور نامہ میں انور الدین خاں کے حالات درج ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں انور الدین خاں کے انتقال کے بعد محمد علی خاں والاجاہ کے عہد حکومت کے بارہ سال کا حال بھی درج ہے، اور دراصل اسی کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

ابجدی نے اکثر واقعات اور حالات اپنے چشم دید نظم کئے ہیں یا پھر سرکاری کاغذات سے اس کا مواد حاصل کیا ہے، اس لئے انور نامہ کی اہمیت تاریخی لحاظ سے بہت زیادہ ہے، اور پھر ادبی لحاظ سے بھی اس کو ایک بلند پایہ مثنوی قرار دینا ضروری ہے، چوں کہ ابجدی فارسی کا قادر الکلام شاعر تسلیم کیا گیا ہے اس لئے یہ مثنوی دو لحاظ سے خصوصیت رکھتی ہے اب تک ارکاٹ کے تاریخی حالات اور انگریزوں اور فرانسیسیوں کی رسہ کشی کی پوری داستان صحیح طور پر مدون نہیں ہوئی ہے اس لحاظ سے مورخین کے لئے یہ کتاب خصوصیت

سے قابلِ ملاحظہ ہے۔

ابجدی کی دوسری تصانیف یعنی قصہ راغب و مرغوب، مودت نامہ ہفت جوہر ہماری نظر سے نہیں گزریں اس لئے ان کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی۔

ابجدی فارسی کے ساتھ اُردو کا ادیب اور شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا اردو دیوان مرتب ہوا ہے، مگر افسوس ہے کہ اب تک صرف اس کا ایک ہی نسخہ ہمدست ہو سکا ہے جو انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ دیوان کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

گرم ہے ہنگامہ ہر سو یار کا ہے تماشا جلوۂ دیدار کا

منکرِ رویت نہ ہو اے فلسفی دیدہ ہے یہاں دیدۂ درچار کا

جان دینے پر بھی گر تھارے بہ مول مفت ہے سودا ترے بازار کا

ابجدی کی اردو تصانیف میں اس دیوان کے علاوہ ایک اور کتاب "تحفۃ الصبیان" ہے، یہ کتاب بچوں کی تعلیم کے لئے لکھی گئی ہے اس کے اندر عربی فارسی الفاظ کے معنی اور قواعد وغیرہ کا تذکرہ ہے، یہ رسالہ والا جاہ کے پوتے عبد العلی کے لئے لکھا گیا ہے اس کا ایک مخطوط نواب سالار جنگ کے کتب خانہ میں ہے۔

آغاز

اللہ الہ خدا کا ناؤں سبھی جا گے اس کا ٹھاؤں

رسول نبی ہے پیغمبر افضل سب میں ہے بہتر

مصنف نے اس رسالہ کے متعلق جو صراحت کی ہے وہ یہ ہے

مندرج اس میں ہے لغاتِ عرب مندمج اس میں اصطلاحِ عظام

محتوی حاوی قواعد ہے مشتمل بر فنون شعر و کلام

چند در چند اس میں ہے داخل از رموزِ فوایدِ اسلام

نام اس کا ہے تحفۃ الصبیاں   تاکہ ہو طفل گان کو استغلام

بعد مدت کے بحسبِ آرزو   کل کیا یہ نسخۂ رنگیں بہار
میں لکھا عبد العلی خاں واسطے   وہ ہے صاحب زادۂ والاتبار
لطف اس کا کارفرمائے حباب   ذات اس کی سایۂ پروردگار
نور بخشِ دیدۂ روشن دلاں   باغ مقصد کا درختِ باردار

..   ..

نامور جد اس کا والا جاہ ہے   ہے پدر اس کا امیرِ نامدار

اختتام

سات سو پر ہے بیت جالیس   قل ما دل ہو وے زیبِ کلام
خیر پر یہ رسالۂ رنگیں   ختم ہے والسلام والاکرام

خاتمہ

"تمت الرسالہ تحفۃ الصبیاں بعون الملک المستعان بتاریخ نہم ذیقعدہ ۱۲۰۲ھ"

ابجدی کی کوئی کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی خصوصاً انور نامہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔